میدان کربلا کا محرمِ عشق غیور

ڈاکٹر سید احسن الظفر
شعبہ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی

کیست دریں انجمن ''محرمِ عشقِ غیور''
ماہمہ بے غیرتیم، آئینہ در کربلاست اے

ہندوستان کے مشہور فارسی گو شاعر مرزا عبدالقادر بیدل (۱۷۲۰-۱۶۴۴ئ) پر تحقیق اور ان کے کلام کے مطالعہ کے دوران حضرت امام حسینؓ سے متعلق ان کا ایک شعر ملا جس کی بنیاد پر

بیدل کا ان سے والہانہ تعلق تو معلوم ہوتا ہی ہے ساتھ ہی یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ''عشق غیور'' کا محرم یا پیکر مجسم بھی وہ انہیں کو سمجھتے تھے، کہتے ہیں :

اس دنیا میں ''عشق غیور'' کا محرم کون ہے؟

پھر خود ہی جواب دیتے ہیں :

عشق غیور کے محرم کا آئینہ دیکھنا ہو تو کربلا میں دیکھو۔ ہم لوگ جو عشق کا دم بھرتے ہیں درحقیقت بے غیرت اور بے شرم ہیں۔

میں سوچنے لگا کہ آخر ایسی کیا بات ہے کہ امام حسین عشق غیور کے محرم ومصداق ہیں، حالانکہ اللہ کے بہت سے بندے عاشق صادق ہو گذرے ہیں لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ''ہم'' یعنی عہد حاضر کے لوگ جو عشق کا دعویٰ کرتے ہیں اول تو وہ عشق نہیں ہوتا بلکہ ہوس ہوتا ہے۔ چنانچہ بیدل ایک جگہ کہتے ہیں :ع

با عقل چہ جوشیم کہ جز وہم ندارد
از عشق چہ لافیم کہ بیش از ہوسی نیست ۲؎

ہم عقل پر کیا اترائیں جس کی حیثیت وہم سے زیادہ نہیں ہے۔ہم عشق کی کیا لاف زنی کریں جس کی حیثیت ہوس سے زیادہ نہیں ہے۔

اور اگر وہ ہوتا بھی ہے تو عشق غیور نہیں ہوتا، بلکہ ہوس آمیز عشق ہوتا ہے ۔ چنانچہ دوسری جگہ بیدل اس کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں:

عشق را کردیم بیدل تہمت آلود ہوس
در سوادِ کشورِ ما سایہ دارد آفتاب ۳؎

ہم نے عشق پر ہوس کی تہمت لگا کر اسے آلودہ کر دیا، ہمارے ملک میں آفتاب سایہ دار ہوتا ہے، یعنی آفتاب کے نور کے ساتھ سایہ کی تاریکی بھی ملی ہوتی ہے۔ اسی طرح عشق وہوس دونوں مخلوط شکل میں ہیں۔

از راہِ ہوس چند دہی عرض محبت
مکتوب نہ بندند ببال مگس اینجا ۴؎

ہوس کے راستے کب تک عشق کا دم بھرتے رہوگے ۔ یہاں یعنی میدان عشق میں عشقنامہ

کو مکھی کے بازو سے نہیں باندھتے ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''عشق غیور'' کیا چیز ہے؟

غیور کے معنی غیرت مند کے ہیں۔ کہتے ہیں فلاں آدمی بہت غیور ہے۔ یعنی باحمیت، باحیا اور ناموس پرست ہے، پھر عشق بھی اگر عشق الٰہی ہوتو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کی راہ میں ہر چیز حتیٰ کہ اپنی جان، عزیزواقارب اور اپنے دوست احباب سب کی جان داؤں پر لگانے سے پیچھے نہ ہٹے اور ناموس شریعت پر آنچ نہ آنے دے، غالب کہتے ہیں:

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا ۵؎

حضرت امام موصوف کا عشق ایسا ہی تھا کہ حق کی آواز بلند کرنے اور باطل کے سامنے نہ جھکنے کا جو پختہ عزم وارادہ اور جو نمونہ انہوں نے کربلا میں پیش کیا وہ ایک عاشق صادق اور غیور کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ بیدل کہتے ہیں:

پیوستگی بہ حق ز دو عالم بریدن است
دیدار دوست ہستیِ خود را ندیدن است۶؎

خدا سے غیر معمولی وابستگی اور عشق کا تقاضہ یہ ہے کہ دونوں جہاں سے قطع تعلق کرلیا جائے۔ دوست کا دیدار تو درحقیقت خود اپنی ہستی کو نظر انداز کرنا ہے۔ دوسری جگہ عشق الٰہی یا عشق ھو اللہ احد کی تعریف مثنوی عرفان میں اس طرح کرتے ہیں:

عقل و حس ، سمع و بصر ، جان و جسد
ہمہ عشق است ''ھو اللّٰہ احد'' ۷؎

''ھو اللّٰہ احد'' کا عشق بھی عجیب عشق ہوتا ہے۔ یہ عقل واحساس، سامعہ وباصرہ اور جان وجسم سب کو اپنا مرید بنالیتا ہے اور یہ سب وہی کام انجام دیتے ہیں جو عاشق صادق چاہتا ہے۔ کربلا کے معاملہ میں عقل واحساس، سامعہ وباصرہ اور جسم وجان میں سے ہر ایک کا تقاضہ یہ تھا کہ جان بچانے کے لئے حضرت امام حسین کم از کم اوپری دل سے ہی سہی یزید کے ہاتھ پر بیعت کرلیتے اور خود کو اور اپنے ساتھیوں کو تمام آفات ومصائب سے صاف بچالے جاتے اور قرآن پاک کی رو سے اس کی اجازت بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

إِلاَّ مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ۔ ۸؎

مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار رہے۔

مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان صدق دل سے ایمان پر قائم رہے ،لحہ بھر کے لئے بھی ایمانی روشنی اور قلبی طمانیت اس کے قلب سے جدا نہ ہوئی ہوصرف کسی خاص حالت میں بہت ہی سخت دباؤ اور زبردستی سے مجبور ہوکر انتہائی خوف کے عالم میں گلو خلاصی کے لئے محض زبان سے منکر ہو جائے یعنی کوئی کلمہ اسلام کے خلاف نکال دے بشرطیکہ اس وقت بھی قلب میں کوئی تردد نہ ہو، بلکہ زبانی لفظ سے سخت نفرت ہو ایسا شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ ہاں اس سے بلند مقام وہ ہے کہ آدمی مرنا قبول کرے،مگر منھ سے بھی ایسا لفظ نہ نکالے یہ عزیمت ہے جبکہ وہ رخصت ہے ۔حضرت امام موصوف نے عزیمت پر عمل کر کے دکھلایا۔ ......یہی ''عشق غیور ہے''۔

چنانچہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف جب کوفہ کے لئے روانہ ہوئے تو بعض صحابہ نے اس سفر سے انھیں روکا کہ کوفی لوگ قابل اعتماد نہیں ہیں۔مگر اس نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا،اور ہوتا بھی کیسے؟ بیدل کہتے ہیں:

نصیحت کارگر نبود غریقِ عشق را بیدل
بدریا احتیاجِ در نباشد گوشِ ماہی را ۹؎

دریائے عشق میں ڈوبے ہوئے انسان پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، جس طرح سیپ کو دریا میں موتی کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اور پختہ عزم وارادہ کے ساتھ بغیر کسی راہبر کے روانہ ہوگئے۔

عاشق بہ عزم مقصد محتاج راہبر نیست
پروانہ در تہِ بال مکتوب نور دارد ۱۰؎

عاشق کو کسی راہبر کی ضرورت نہیں ہوتی، پروانہ کے بازو تلے نور کا مکتوب ہوتا ہے ۔یعنی عاشق کا دل نور الٰہی سے منور ہوتا ہے جو اس کے لئے راہبری کا کام کرتا ہے، اس لئے اس کا عزم پہاڑ سے زیادہ مضبوط ومستحکم ہوتاہے۔پھر ان کا کاروان شوق ہرخطر سے بیگانہ اور ہر آفت سے نا آشنا ہو کر قدم بڑھاتا ہوا آگے بڑھا۔ بھلا عاشق صادق کو امن وعافیت سے کیا واسطہ؟

کو منزل و چہ امن کہ در کاروانِ شوق

آسودگی ز آبلۂ پا رمیدہ است ۱۱؎

منزل کیا چیز ہوتی ہے ، اور امن وعافیت کسے کہتے ہیں؟ کاروانِ شوق کی آسودگی ان کے پاؤں کے آبلے کی وجہ سے ان سے کوسوں دور جاچکی ہوتی ہے اور آشفتگی و پراگندگی تو جنوں شیفتہ لوگوں کی قسمت میں داخل ہے۔

ما ''جنوں شیفتگاں'' امت آشفتگی ایم
وضع مارا بسرِ زلف پریشاں قسم است ۱۲؎

ہم ''جنوں شیفتہ لوگ'' تو آشفتگی کی امت ہیں ہماری حالت کو زلف پریشاں کی قسم ہے :

داغ عشقم نیست الفت با تن آسانی مرا
پیچ و تابِ شعلہ باشد نقشِ پیشانی مرا ۱۳؎

ہم تو عشق کی آگ میں تپے ہوئے ہیں ۔ہمیں تن آسانی سے کیا تعلق، ہماری پیشانی میں شعلہ کی سی پیچ وتاب نقش ہے۔

عاشقان در سایۂ برقِ بلا آسودہ اند
ابرو از تیغ است چشمِ خونفشاں زخم را ۱۴؎

عاشق حضرات تو برق بلا میں آسودگی محسوس کرتے ہیں۔

سوختن در ہر صفت منظور عشق افتادہ است
مشربِ پروانہ از آتش نداند نور را ۱۵؎

ہر حال میں پگھلنا اور جلنا تو عشق کا پسندیدہ عمل ہے ،پروانے کا مشرب یہ ہے کہ وہ آگ اور نور میں فرق نہیں کرتا۔

عشق غیور کے اس محرم نے آخر کار میدان کربلا میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

در راہ او نشستیم چندانکہ خاک گردیم
زین بیشتر چہ باشد صبر آزمائِ ما ۱۶؎

اس کی راہ میں اس قدر تگ و دو اور جنگ وجدل کی کہ آخر کار خاک ہو گئے ،ہمارے صبر وشکیبائی کی

اس سے بڑھ کر کیا آزمائش ہو گی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جامِ شہادت نوش کرلیا۔

ہر چند دریں گلشن ہر سو گلِ خود روئیست
از خونِ شہیدانت در رنگِ حنا بوئیست ۱۷؎

اس گلشن میں اگرچہ ہر طرف خود رو پھول اگے ہوئے ہیں مگر حنا کا جو رنگ ہے اس میں تیرے شہیدوں کے خون کی بو ہے۔

حوالے:

۱۔ دیوان بیدل دہلوی ، ناشر فروغی، بہ اہتمام حسین آہی، مطبوعہ تہران ص ۲۸۹
۲۔ ایضاً ص ۳۲۰
۳۔ ایضاً ص ۱۵۸
۴۔ ایضاً ص ۵۵
۵۔ دیوان غالب ،مطبوعہ غالب انسٹی ٹیوٹ ،نئی دہلی، ص ۴۶
۶۔ دیوان بیدل مذکور، ص ۲۱۱
۷۔ مثنوی عرفان، مطبوعہ مطبع صفدری، بمبئی
۸۔ قرآن کریم ،سورہ نحل، آیت نمبر ۱۰۶
۹۔ دیوان بیدل مذکور، ص ۷۶
۱۰۔ ایضاً ص ۵۲۲
۱۱۔ ایضاً ص ۲۱۳
۱۲۔ ایضاً ص ۳۰۳
۱۳۔ ایضاً ص ۶۸
۱۴۔ ایضاً ص ۹۱
۱۵۔ ایضاً ص ۹۵
۱۶۔ ایضاً ص ۹۲
۱۷۔ ایضاً ص ۳۵۶

]ب[